R-No-2166/57

REGD-NO-L-922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

# ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
۱۔۸۔۱۵۔۲۲

جلد ۲۸ شمارہ ۲۶ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ جولائی ۱۹۶۹ء

اداریہ

## اترپردیش میں اردو کے ذریعہ ثانوی تعلیم

یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ اترپردیش کی حکومت نے اپنے حالیہ سرکلر میں ثانوی اسکولوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق سہولتوں کا اعلان کیا ہے۔ اول تو ان تمام اسکولوں اور کالجوں میں جن میں اردو بولنے والوں کی اکثریت ہے مکمل طور سے اردو کو ذریعہ تعلیم ہر درجہ میں بنایا جاسکتا ہے۔ دوسرے جس سرکاری، میونسپل و غیر سرکاری اسکول یا کالج میں طلبہ کی ایک تہائی تعداد اپنی مادری زبان اردو میں تعلیم حاصل کرنے کی درخواست دے وہاں اس کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ تمام ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس اپنے اپنے ضلع میں اس جی۔او کی قرار واقعی اشاعت کریں، دوسرے طلبہ کے والدین اور سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اسکول یا کالج کے پرنسپل سے درخواست کریں کہ ان کے بچوں کے لئے اردو میں تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ تیسرے انجمن کی شاخیں اور مقامی اردو ادارے ایک طرف طلبہ کی خواہش متعلقہ افسروں تک پہنچائیں، دوسری طرف اس جی۔او کی اشاعت اپنے طور پر بھی کریں۔ ابھی وقت ہے کہ چھٹے درجے سے اردو میں تمام مضامین کی تعلیم دینے کا انتظام ہو جائے۔

اس سلسلے میں دو بڑے مسئلے پیدا ہوں گے۔ ایک استادوں کا، دوسرا کتابوں کا۔ ہمارا خیال ہے کہ اردو کے ذریعہ سے پڑھانے کے لئے خاص تعداد میں استادوں کی تربیت کی ضرورت ہوگی جس کے لئے حکومت کو جلد سے جلد انتظام کرنا چاہیے، دوسرے مناسب کتابوں کے لئے دلی کے علاقے میں اور کشمیر میں جو کتابیں رائج ہیں ان سے فی الحال کام چلایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر میں بھی ثانوی منزل پر ہر مضمون اردو میں پڑھانے کے لئے اچھی کتابیں تیار کی گئی ہیں، ان سے مدد لی جاسکتی ہے لیکن اترپردیش کی حکومت کو اس کے لئے ایک علیحدہ بورڈ بنانا چاہیے جو مناسب کتابیں تیار کرے۔ اردو ذریعہ تعلیم کے اسکولوں میں ہندی کا معیار دوسرے اسکولوں کے معیار سے کسی طرح کم نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہر حال ریاست کی سرکاری زبان میں خاص مہارت ضروری ہے اور اس سلسلے میں کسی سہولت کا مطالبہ غلط ہوگا۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ چونکہ عام طور پر اترپردیش میں اردو دوستوں کے مطالبات کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اور ان کی شکایات پر سکوت یا بے نیازی سے کام لیا جاتا ہے، اس لئے قدرتی طور پر لوگوں میں ایک مایوسی اور بددلی پھیل گئی ہے جس کی وجہ سے ان کے مطالبات میں پہلے کی سی شدت نہیں رہی۔ یہ بات نفسیاتی اعتبار سے کتنی ہی قرین قیاس کیوں نہ ہو، عملی دنیا میں اسے چھوڑنا ہوگا اور مایوسیوں اور تلخ تجربوں کے باوجود اپنے مطالبات کو نہایت مستقل مزاجی سے حکومت اور عوام کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھانا ہوگا کہ اردو کے ذریعہ سے تعلیم پانے والا طالب علم اپنے معیار کے اعتبار سے ہندی یا انگریزی کے ذریعہ سے تعلیم پانے والے طالب علم سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس کی ہندی اور انگریزی دونوں کی صلاحیت دوسرے طلبہ کی صلاحیت سے کسی طرح کم نہیں۔ تمام ماہرین تعلیم، ماہرین نفسیات اور ماہرین سماجیات و لسانیات اس بارے میں متفق ہیں کہ بچے کی شخصیت کی نشوونما صحیح خطوط پر اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنی مادری زبان میں حاصل کرے۔ اس عمر میں جو اثرات پڑتے ہیں وہ ساری عمر نہیں جاتے اس لئے اس بنیادی حقیقت کو گرہ میں باندھ لینا چاہیے اور کسی مصلحت یا فوری ضرورت کے فریب میں آکر اس کو فراموش نہیں کرنا چاہیے اردو کے ذریعہ سے تعلیم کے معنی یہ ہرگز نہیں

ہونا چاہئیں کہ کسی نہ کسی طرح طالب علم انگریزی یا ہندی میں مہارت حاصل نہ کرے۔ ہندی میں مہارت ریاستی کاروبار میں حصہ لینے کے اور روزگار کی ضروریات کے لئے لازمی ہے انگریزی جدید علوم کی کنجی ہے اور اگر کسی کو جدید ذہن سے آشنا ہونا ہے، جدید علوم میں مہارت حاصل کرنا ہے اور دنیا کے علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھانا ہے تو اسے انگریزی میں بھی اچھی خاصی استعداد بہم پہنچانی ہوگی۔ غرض اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اردو میڈیم کے اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں اور ان اسکولوں میں ایک اچھے معیار تعلیم پر اصرار کریں۔ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ پرنسپلوں سے کہہ کر چھٹے درجے سے اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کا جلد سے جلد بندوبست کرائیں آج کل سرکاری اقدامات زیادہ تر دفتر شاہی کا شکار ہو جاتے ہیں اس دفتر شاہی کو چست بنانے کے لئے اور عمل کی طرف مائل کرنے کے لئے مقامی انجمنوں اور اردو کے اداروں کو ان سے رابطہ قائم کر کے انھیں سرکاری احکام کی پوری پابندی کا عادی بنانا چاہئے۔ اب جبکہ یونیورسٹی کی منزل پر اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کتابیں تیار کرنے کا منصوبہ مرکزی حکومت تیار کر رہی ہے اور اس نے ترقی اردو بورڈ قائم کر دیا ہے ہمیں ابتدائی اور ثانوی منزل پر حسب ضرورت اردو کے ذریعہ سے تعلیم کے تسلی بخش انتظام میں جو بھی رکاوٹ ہو اسے جلد سے جلد دور کرا لینا چاہئے تاکہ ابتدائی منزل سے اعلیٰ منزل تک اردو کے ذریعہ سے تعلیم کا سلسلہ قائم ہو سکے۔

---

## دنیا کی ایک عظیم لائبریری

لندن:۔ لندن کی لائبریری میں جتنی کتابیں اور مسودات ہیں اتنی برطانیہ اور غالباً دنیا میں کسی اور لائبریری میں نہیں ہیں کتابوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کوئی بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کل کتنی کتابیں ہیں۔ قانون کی رو سے یہ لازمی ہے کہ برطانیہ میں چھپنے والی ہر کتاب میگزین اور اخبار کی ایک کاپی برٹش میوزیم کو بھیجی جائے چنانچہ یہ حوالجات کی ایک بے نظیر لائبریری بن چکی ہے۔ لائبریری کے دار المطالعہ کے مرکز میں عملہ کے ممبران کے لئے ڈیسکوں کا انتظام ہے۔ وہ مطبوعہ کتابوں کی فہرست لے کر وہاں بیٹھتے ہیں یہ فہرست بڑی بڑی ۱۰۰۰ کتابوں پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کرنے والے شخص کو جس کتاب کی ضرورت ہوتی ہے اس کا نام وہ ایک چھپے ہوئے فارم میں درج کر دیتا ہے کتاب لانے کے لئے یہ فارم فوراً بھیج دیا جاتا ہے اور یہ کتاب جلدی ہی اس شخص کے پاس پہنچ جاتی ہے کتابوں کے شیلف دار المطالعہ سے باہر بنے ہوئے ہیں۔

(قومی آواز)

## پرشین لیٹرس آف غالب

غالب کے فارسی خطوط کا ایک نادر مجموعہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا (نئی دہلی) میں محفوظ ہے اس مجموعہ کے تمام تر خطوط غالب کے سفر کلکتہ کی سرگزشت پر مشتمل ہیں اور ان میں سے بیش تر غیر مطبوعہ ہیں۔ اس مجموعے کو سید اکبر علی صاحب ترمذی اسسٹنٹ ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نے مرتب کیا ہے۔

مرتب نے طویل مقدمہ و حواشی کے ساتھ خطوط کا خلاصہ بھی (انگریزی میں) دیا ہے اور جناب قاضی عبد الودود صاحب نے پیش لفظ لکھا ہے۔ اس مجموعے کو غالب اکیڈمی کی طرف سے ایشیا پبلشنگ ہاؤس نے پرشین لیٹرس آف غالب کے نام سے شائع کیا ہے۔

یہ مجموعہ غالب اکیڈمی کے سلسلۂ اشاعت کی چوتھی کڑی ہے۔ اس سے قبل اکیڈمی تین کتابیں اردو، انگریزی اور ہندی میں شائع کر چکی ہے۔ اکیڈمی کی پانچویں پیش کش "غالب ببلیوگرافی" (انگریزی) زیر طبع ہے۔ قیمت تینتیس روپے ہے۔

اکیڈمی کی سابقہ مطبوعات کی طرح یہ کتاب بھی ممبروں کو پچیس فی صدی کمیشن کے ساتھ مل سکے گی۔ اور ڈاک کے اخراجات بھی اکیڈمی ہی کے ذمے ہوں گے۔ (عتیق صدیقی سکریٹری)

## قاہرہ میں مہاتما گاندھی جنم صدی کی تقریبات

نئی دہلی:۔ مہاتما گاندھی کی جنم صدی کی تقریبات کے جزو کے طور پر ۲۸ر جون ۱۹۶۹ء کو قاہرہ میں ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی جس میں ۳ ہزار سے زیادہ اشخاص نے شرکت کی شامل ہونے والوں میں افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کے سفیر، ممتاز صحافی اور ادیب وغیرہ شامل تھے اس تقریب میں مہاتما گاندھی کی زندگی سے متعلق کتابوں اور تصاویر کی ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔

## ضیاء الدین صاحب برنی کا انتقال

ممتاز ادیب و اہل قلم ضیاء الدین احمد صاحب برنی دہلوی کی خبر وفات بہت تاخیر سے موصول ہوئی، مرحوم اس وقت کراچی سے ایک قابل قدر ماہنامہ کتابی دنیا نکالتے تھے اور ابھی چند سال ہوئے ان کے قلم سے ایک ضخیم اور بہت دلچسپ کتاب اپنے زمانہ کے ہندو پاکستان کی سیاسی ادبی اور دیگر حیثیات سے مشہور شخصیتوں کے حالات پر مشتمل "عظمت رفتہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ برنی مرحوم قیام پاکستان سے قبل بمبئی میں اہمال تک حکومت بمبئی کے ٹرانسلیشن ڈپارٹمنٹ میں رہے تھے۔ ان کے تعلقات ملک کے بیاسی لیڈروں اور ادیبوں سے بہت گہرے تھے۔ وقتاً فوقتاً انگریزی میں خصوصاً بمبئی کے اخبار کرانیکل میں مضامین لکھا کرتے تھے۔ ان کے قلم سے متعدد کتابیں بھی اردو میں نکلی ہیں مثلاً جہاں آرا بیگم، مسز اینی بسنٹ اور اسلام۔ اردو رسالوں میں بھی مضامین لکھا کرتے تھے۔

بشیر حسین جعفری

# دنیا میں اردو کا مقام

ایک شخص کی بات ہی کیا ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی زبان بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس میں دنیا کے تمام علوم پر کتب موجود ہیں دنیا بھر میں شائع ہونے والی کتب کے تراجم کسی بھی ملک میں مکمل طور پر نہیں ہو سکے۔ روس، چین اور امریکہ، تینوں بڑے ممالک یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ دنیا کا بہترین علم و ادب صرف ان ہی کے پاس ہے تراجم کے سلسلے میں روس کو پوری دنیا میں اولیت حاصل ہے لیکن ماسکو سے شائع ہونے والے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ روسی زبان میں صرف ۱۰ فیصد کتابوں کا ترجمہ ہو سکا ہے۔ کسی بھی دوسرے ملک میں تراجم کے اتنے بڑے انتظامات نہیں ہیں۔

تراجم کی ذمہ داری کوئی معمولی نہیں ہوتی اور جب تک ترجمہ درست نہ ہو، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اکثر شکایات سننے میں آتی ہیں کہ ایک زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنے سے وہ چاشنی، لطف اور خصوصیت باقی نہیں رہتی اور بعض تراجم تو بالکل بے کار ثابت ہوتے ہیں۔ کسی زبان سے ترجمہ کرنے کے لئے کسی شخص کو اس زبان کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اس ملک میں رہنے کا اتفاق بھی ہوا ہو۔ ایسے لوگ بہت کم ہی ملتے ہیں۔ محض لغت کی مدد سے جو تراجم ہوتے ہیں، ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

خاص طور سے ٹیکنیکل کتب کے تراجم اور شعر و شاعری کا مسئلہ بڑا ہی نازک مسئلہ ہے ماہرین کا خیال ہے کہ کئی سو برس بعد کسی اچھی اور معیاری کتاب کا ترجمہ کیا جاتا ہے کیونکہ بعض کتابیں جتنی پرانی ہوتی جاتی ہیں ان کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور کتاب کا معیار بھی یہی ہے کہ وہ کس قدر اہم ہے۔ کسی حکمراں کی زندگی میں اس دور کی تاریخ لکھی جائے تو وہ تاریخ نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی کتاب کو فوری شہرت ملتی ہے۔ آج دنیا میں جو کتابیں مشہور ہیں اور جو انقلاب آفریں ثابت ہوئی ہیں ان کے بارے میں ماہرین کہتے ہیں کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، ان کتابوں کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ مثلاً آمر جرمنی اڈولف ہٹلر کی کتاب میری جدوجہد، میکیاولی کی کتاب الملوک، ٹامس پین کی عقل سلیم، کارل مارکس کی شہرۂ آفاق کتاب سرمایہ، ہنری ڈیوڈ تھورو کی سول نافرمانی، لینن اور ماؤزے تنگ کی تحریریں وغیرہ ہم کو عالمی کتب میں شامل کر سکتے ہیں اور ان کتابوں نے اچھے یا برے جیسے بھی آپ سمجھ لیجئے، اثرات چھوڑے ہیں اور کروڑوں افراد کی زندگی میں انقلاب پیدا کیا ہے اگر ہم اپنے مذہبی سرمایے کی طرف نظر کریں تو مثنوی مولانا روم نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ روس میں جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے تراجم کی بھرمار ہے لیکن وہاں بھی دانتے کی مشہور تصنیف ڈیوائن کومیڈی کا ترجمہ (اصل کتاب کی اشاعت سے ۶۰۰ سال بعد) کچھ ہی مدت پہلے ہوا ہے اور شیکسپیئر کے ڈراموں کا ترجمہ ۳۰۰ سال بعد شروع ہوئے ہیں اور دنیا کے پڑھے لکھے لوگ اب بھی منتظر ہیں کہ انہیں پڑھنے کے لئے شاید ایسی کتابیں مل جائیں جو ان کی زندگی کو ایک عظیم انقلاب سے دوچار کر دیں۔

## دنیا کی زبانیں:

ایک محتاط اندازے کے مطابق (ماسکو میں یہ اعلان ہوا) دنیا میں ۲۷۹۶ زبانیں بولی، لکھی اور پڑھی جاتی ہیں اور اس تعداد میں متروک زبانیں مثلاً لاطینی، یونانی، سنسکرت اور آرمینی وغیرہ شامل نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ والٹیر نے نہایت دو مندانہ لہجے میں کہا تھا کہ دنیا میں انسان کی اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہوگی کہ اس کی زبان ایک نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۲۷۹۶ زبانوں میں سے کون کون سی زبانیں سیکھی جائیں؟ اتنی زبانوں کے محض نام یاد کرنا بھی کسی کے بس کا روگ نہیں ہے، گویا زبان شناس ہونا؟ اور لکھے پڑھے لوگوں کی یہ خواہش بھی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں لیکن آپ گھبرائیے نہیں۔ ہم آپ کو مایوس نہیں ہونے دیں گے۔ اگر آپ پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کا ساتھ نہ دیا جائے۔

## دنیا میں اردو کو دوسرا مقام حاصل ہے:

آیئے آپ کے لئے ہم نے ایک فارمولا تیار کر لیا ہے۔ آپ آگے بڑھئے اردو دنیا کے بہترین علم و ادب سے تعلق قائم کیجئے۔

---

بدیع الزماں خاور

### سورج نہیں مرتا

اندھیرے
اس سے جلتے ہیں تو
اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں
لہو پیتے ہیں اس کا
اس کی کرنوں کو نگلتے ہیں
مگر سورج
نہ شب سے مات کھاتا ہے
نہ مرتا ہے
اندھیرے
رات کے غاروں میں جب کرتے ہیں قید اس کو
سحر تک تیرگی سے لڑ کے وہ آزاد ہوتا ہے
سفینے کی طرح دن کے سمندر سے ابھرتا ہے

صرف تیرہ ایسی زبانیں ہیں جو دنیا میں زیادہ سے زیادہ بولی جاتی ہیں اور اس وقت ان سے ہر ایک زبان کو جاننے والوں کی تعداد کم از کم ۵ کروڑ ہے اور زبانیں یہ ہیں:

| نام زبان | بولنے سمجھنے اور لکھنے والوں کی تعداد | نام زبان | بولنے سمجھنے والوں کی تعداد |
|---|---|---|---|
| چینی | ستر کروڑ | جاپانی | .... |
| اردو ہندی | ۲۸ کروڑ | فرانسیسی | ۸ کروڑ |
| انگریزی | ۲۷ کروڑ | انڈونیشی | ۸ کروڑ |
| اسپینی | ۱۵ کروڑ | پرتگالی | ۸ کروڑ |
| روسی | ۱۳ کروڑ | عربی | ۷ کروڑ |
| جرمن | ۱۰ کروڑ | بنگالی | ۷ کروڑ |
| جاپانی | ۱۰ کروڑ | اطالوی | ۶ کروڑ |

اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ چینی زبان کے بعد اردو کا درجہ ہے لیکن ہمارے ہاں ابھی اردو زبان سرکاری حیثیت حاصل نہیں کر سکی۔ ان اعداد و شمار سے ایک بات واضح ہوگئی کہ پوری دنیا کی دو تہائی آبادی کی زبان جاننے کے لئے محض تیرہ زبانوں کی واقفیت ضروری ہے۔ یہ تیرہ زبانیں دنیا کے ۵۶ ملکوں کی سرکاری زبانیں ہیں ان زبانوں میں دنیا بھر کے علوم از قسم مذہب، سائنس، ادب، سیاست، تجارت سب کچھ ہے۔ اب آپ یہ سوچنے لگیں گے کہ ایک شخص تیرہ زبانیں کیسے سیکھے گا۔ بے شک یہ بہت ہی مشکل کام ہے لیکن ہم اسے اور آسان بنالیں گے مثلاً ہم یہ دیکھیں گے کہ ان زبانوں میں سے کس زبان میں زیادہ لٹریچر شائع ہوتا ہے یا لکھنے پڑھنے کی سہولتیں مہیا ہیں۔ اگر محض زبان جاننے اور پڑھنے والوں کا مسئلہ ہو تو پہلا نمبر چینی اور دوسرا اردو اور ہندی کا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض دوسری زبانوں میں چینی اور اردو کی بہ نسبت زیادہ اخبارات شائع ہوتے ہیں ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

| نام زبان | اخبارات (بحساب نام) کی تعداد | نام زبان | اخبارات بحساب کاپیاں |
|---|---|---|---|
| انگریزی | ۲۳۳۴ | انگریزی | ۹ کروڑ ۵۰ لاکھ |
| اسپینی | ۱۰۰۰ | جاپانی | ۳ کروڑ ۱۰ لاکھ |
| جرمن | ۹۰۰ | روسی | ۳ کروڑ |
| چینی | ۵۵۰ | جرمن | ۲ کروڑ |
| اردو ہندی | ۵۰۰ | فرانسیسی | ۱ کروڑ ۴۰ لاکھ |
| فرانسیسی | ۲۸۰ | اسپینی | ۱ کروڑ ۱۰ لاکھ |
| پرتگالی | ۲۶۰ | چینی | ۷ لاکھ ۳۳ ہزار |
| روسی | ۲۵۰ | اطالوی | ۵ لاکھ ۷۷ ہزار |
| جاپانی | ۱۹۰ | ڈچ | ۴ لاکھ ۵۵ ہزار |
| ڈچ | ۱۴۰ | پرتگالی | ۳ لاکھ ۵۵ ہزار |
| اطالوی | ۱۳۰ | اردو ہندی | ۳ لاکھ ۵۵ ہزار |

مندرجہ بالا اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ انگریزی زبان میں زیادہ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے پڑھنے والوں میں اتنی ہی دلچسپی ہوگی اور اسی لئے اس کو بین الاقوامی زبان کہا جاتا ہے جتنے اخبارات پوری دنیا کی زبانوں میں شائع ہوتے ہیں، اتنے صرف ایک انگریزی میں ہوتے ہیں یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ صرف ایک زبان سیکھ کر ہم دنیا کا نصف لٹریچر پڑھ لیتے ہیں انگریزی میں سب سے زیادہ اخبارات اور رسائل مہیا ہوتے ہیں اب آپ یہ دیکھئے کہ دنیا کی بڑی زبانوں اور مشہور ممالک میں کتنے عنوانات پر کتابیں شائع ہوتی ہیں:

| نام زبان | کتابوں کی تعداد بحساب عنوانات | نام زبان | کتابوں کی تعداد بحساب عنوانات |
|---|---|---|---|
| روسی | ۵۸۱۰۰ | اطالوی | ۱۴۰۰۰ |
| انگریزی | ۴۲۰۰۰ | پرتگالی | ۸۰۰۰ |
| جرمن | ۲۳۵۰۰ | سویڈش | ۶۰۰۰ |
| جاپانی | ۲۵۰۰۰ | رومانین | ۵۶۰۰ |
| فرانسیسی | ۱۶۰۰۰ | اسپینی | ۱۵۰۰۰ |
| مختلف | ۳۰۶۲۰ | | |

اخبارات و عام رسائل کی دنیا میں انگریزی کا پہلا مقام تھا جب کہ کتابوں کی اشاعت میں روسی زبان آگے ہے۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ سائنسی اور فنی کتابیں کس زبان میں زیادہ شائع ہوتی ہیں (چینی کے اعداد و شمار نہیں مل سکے)

| زبان | فنی اور سائنسی کتب کی تعداد بحساب عنوانات |
|---|---|
| روسی | ۲۸ ہزار |
| انگریزی | ۹۲۰۰ |
| جرمن | ۹۳۰۰ |
| جاپانی | ۴۰۰۰ |

فنی اور سائنسی کتابوں کی اشاعت میں بھی روس آگے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لٹریچر کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی دو زبانیں ہیں۔ انگریزی اور روسی ماہرین کا خیال ہے کہ ہر سال دنیا میں ۴۰ ہزار کتابوں کے تراجم شائع ہوتے ہیں ۱۵ فیصد روسی زبان سے، ۱۳ فیصد فرانسیسی سے اور ۱۰ فیصد جرمن زبان سے باقی ۲۹ فیصد تراجم دنیا کی تمام زبانوں سے یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انگریزی ایک ایسی زبان ہے اگر اس پر عبور حاصل ہو تو دنیا کا ایک تہائی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کسی زبان کو سیکھنے یا جاننے کے لئے اس زبان کی افادیت پر نظر ضروری ہے کہ مثلاً یہ کہ زبان کتنی تعداد کے لوگ برتتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لٹریچر کس حد تک ہے اور خاص طور پر جغرافیائی اور سیاسی حالات کا مزید جائزہ لیا جائے۔ اور زبانیں پچھلی بھی سیاسی اور جغرافیائی تبدیلیوں سے ہیں مثلاً کولمبس کے کارنامے کے بعد ۲۰ ممالک میں اسپینی بولی جانے لگی۔ انگریزی زبان درجنوں ممالک کی سرکاری زبان اور جرمن ۳ ممالک کی زبان۔ اگر آپ صرف ۵ زبانیں مثلاً انگریزی، اسپینی، فرانسیسی، جرمن اور عربی وغیرہ سیکھ لیں۔

باقی صفحہ ۹ پر

اکبر علی خاں

# اختر شیرانی کے طیور آوارہ

نگار کے ابتدائی دور کے لکھنے والوں میں اختر شیرانی کا نام بھی آتا ہے۔ اختر نے اردو زبان کو اپنی شاعری کے ذریعہ جس معصومانہ انداز بیان سے روشناس کیا وہ نوجوان ذہنوں کے لئے بے حد پرکشش رہا ہے۔ چنانچہ اختر ان شاعروں میں ہیں جن کی مقبولیت نے احسان دانش، روشن اور ساغر جیسے ہم عصروں کو بھی متاثر کیا ہے۔ روشن کی میری نظر میں ساری خوبصورت شاعری وہی ہے جس پر اختر کی معصوم عشقیہ آہنگ کی چھاپ ہے۔ روشن کی وہ نظمیں جو انھوں نے ۲۶ء اور ۴۲ء کے درمیانی عرصے میں لکھیں اور جن میں اختر کا اتباع کیا گیا ہے روشن کی شاعری کا قابل قدر حصہ ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کی غزلیات ہی کا مجموعہ شائع ہوا ہے۔ نظمیں تا حال مرتب نہیں ہو سکیں جو ان کی غزل سے بہرحال بہتر ہیں۔ احسان دانش کی شاعری بھی وہیں جاندار ہوتی ہے جہاں وہ "بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنھیں دہراتی ہے" جیسی نظمیں لکھتے ہیں اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ نظم اختر سے اثر قبول کئے بغیر نہیں لکھی جا سکتی۔ ساغر کی بادہ مشرق کا صفحہ صفحہ گواہ ہے کہ شاعر کے ذہن پر اختر پوری طرح سوار ہیں۔ اور جب سے انھوں نے یہ دامن چھوڑا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اب ان کے پاس کچھ رہا نہیں۔ زمانے کی رفتار اتنی سخت ہے کہ اپنے عہد کے ہر حکمراں شاعر کو آج تقریباً بھلایا جا چکا ہے۔ یہ اردو والوں کی بدنصیبی ہے کہ ان پر شاعر بھی موسم بن کر طاری ہوتے ہیں۔ ذوق، داغ، جگر اور اختر شیرانی اور مجاز اور فیض ان سب کے ساتھ یہی ہوا جب ان کا نشہ اتر جاتا ہے تو پھر کوئی ادھر پلٹ کر نہیں دیکھتا۔ میری نظر میں غالب اور اقبال کے بعد اختر شیرانی لب و لہجہ کے لحاظ سے اردو شاعری میں ایک تازہ موڑ تھے۔ انداز فکر اور اس کو الفاظ بخشنے کا ایک مخصوص اور دلکش سلیقہ انھیں ملا تھا۔ فیض نے بھی اختر سے رومانی چاشنی کا فیضان پایا ہے اور یہ چاشنی ہی فیض کی شاعری کا وہ جوہر ہے جس کے ذریعے وہ جادو جگا سکتے ہیں۔ "چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز" "مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ" یا "دو عشق" یہ سب کی سب اسی رومانی فضا کی پروردہ ہیں جن کا خالق اختر شیرانی ہے۔ ان نظموں سے انکار میں اقرار کے انداز نکلتے ہیں اور بے توجہی کا اظہار کرتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یادوں کے بغیر گزر نہ ہوگا۔ اختر شیرانی کی رومانیت پر سیاست کی ملمع کاری کا نام فیض کی شاعری ہے۔ جدید اردو شاعری میں فکری اجزا مغرب کی شاعری سے بھی آئے ہیں، مگر زبان اختر کی دی ہوئی ہے۔

اختر کا رومانی برتاؤ بھی اپنے اندر ایک حسن رکھتا ہے۔ یہ حسن اس عمر میں پندرہ یا سولہ کا سن والی معصوم والی سے لیا گیا ہے جیسے ابھی دوپٹہ سنبھالنے کا ہوش نہیں۔ اس میں فریب کاری کا کہیں گزر ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اختر کے پڑھنے والے کو اختر کی شخصیت پر پیار آتا ہے اور اس کی ناکامی و کامیابی پر ہم بالکل اس طرح کڑھتے یا خوش ہوتے ہیں جیسے بچپن میں کسی کہانی کے کردار ہمیں متاثر کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سب کچھ فسانہ نہیں آپ بیتی ہے۔ اختر کی اس معصومیت نے ان سے افسانوی کردار تخلیق کرائے ہیں اور وہ ایسے تانے بانے بننے لگے ہیں جو خود فریبی کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ سلمیٰ سے ریحانہ اور عذرا تک ان کا عشقیہ سفر اسی خود فریبی کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان کے اکثر احباب نے سلمیٰ ریحانہ اور عذرا کے بارے میں یہی کہا ہے کہ یہ اختر کے خود تراشے ہوئے بت تھے اور ان کا

شیخ احمد آبادی

## غزل

ہم صدائے دشت کے بھٹکائے بہت
راہ میں یوں تو سراب آئے بہت

آرزو کے دشت میں ہم کو ملے
داغ ہائے درد کے سائے بہت

دوستوں کا ذکر جب بھی آ گیا
زخم دل یادوں نے سہلائے بہت

بند دروازے مقدر ہو گئے
ہم ہوا کی طرح ٹکرائے بہت

ایک اک لمحے نے گویا رات دن
جسم و جاں پر سنگ برسائے بہت

کیجئے کس کی شکایت دہر میں
ہم نے بھی خود پر ستم ڈھائے بہت

دھوپ میں پل بھر کے سائے کے لئے
ہر شجر نے ہاتھ پھیلائے بہت

وجود شاعروں کی دنیا سے باہر نہیں تھا۔

اس خود فریبی کا ایک نمونہ آج سے ۷۰ سال پہلے نگار لکھنؤ کے صفحات پر شائع ہوا تھا۔ اختر کے تیسرے مجموعہ کلام صبح بہار (پہلا شعرستان دوسرا نغمۂ حرم) میں ایک نظم شریک ہے جس کا عنوان ہے "دوبارہ دیکھنے کی ہے ہوس" یہ نظم اختر کی چند ایک کامیاب نظموں میں سے ہے اور ستمبر ۱۹۲۸ء میں پہلی بار نگار میں چھپی تھی اس کی اشاعت کے چار مہینے بعد دسمبر ۱۹۲۸ء میں اس نظم کا ایک جواب چھپا اس جوابیہ نظم کی تخلیق ایک صنف نازک سے منسوب ہے جس نے اپنا نام سلمائے گجرات لکھا ہے۔

جہاں تک یاد ہے ۱۹۵۸ء میں میں لکھنؤ گیا اور نیاز صاحب کے یہاں ٹھہرا میں نے ان سے یہ دریافت کیا کہ جوابیہ نظم انھیں کہاں سے ملی تھی، نیاز صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی اختر شیرانی ہی نے اشاعت کے لئے بھیجی تھی۔ اس بات نے میرے اس خیال کو تقویت دی کہ اختر شیرانی نے اپنے فن کی خاطر اپنی ایک خیالی دنیا بسائی تھی اس دنیا کے کردار حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے پہلی بار مجھے ان کرداروں کی صداقت پہ اس وقت شبہ ہوا جب میں نے سلمٰی اور اختر کے خطوط جو آٹھ دس برس ہوئے لاہور سے شائع ہوئے تھے۔ ان خطوط میں اختر و سلمٰی دونوں کی زبان اور انداز بیان ایک ہے لاکھ من تو شدم تو من شدی کا معاملہ ہو مگر اس قدر یکسانیت جیسی ان خطوط میں ہے ممکن نہیں۔ یہی حال ان دونوں نظموں کا بھی ہے ان کے آہنگ ان کی بندش اور ان کے انداز بیان کی مماثلت یہ باور نہیں کرنے دیتی کہ پہلی نظم اختر کی اور دوسری نظم سلمٰی کی ہے یہ نظمیں بہر حال اختر کی ہیں۔

سلمٰی کی جانب سے جو نظم چھپی ہے وہ اختر کے کسی مجموعے میں شامل نہیں اس لئے کہ وہ یہی باور کرانا چاہتے تھے کہ یہ نظم سلمٰی کی ہے۔ یہاں دونوں نظمیں نقل کی جاتی ہیں اس درخواست کے ساتھ کہ دوسری نظم "کیوں دیکھے" کو بھی قارئین اپنے پاس اختر کے مجموعے میں شامل کریں گے۔

اختر شیرانی

## دوبارہ دیکھنے کی ہوس

تمہیں ستاروں نے بے اختیار دیکھا ہے
شریر چاند نے بھی بار بار دیکھا ہے

کبھی کلی ہو چمن میں تو مست بھونروں نے
نگاہِ شوق سے آئینہ دار دیکھا ہے

رو پہلی چاندنی نے رات کو کھلی چھت پر
ادا سے سوتے ہوئے بار بار دیکھا ہے

بہار صبح کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے
نسیم نے تمہیں مستانہ وار دیکھا ہے

سنہری دھوپ کی کرنوں نے بام پر تم کو
بکھیرے گیسوئے مشکیں بہار دیکھا ہے

قریب شام تمہیں جا کر ان گلشن نے
ہزار بار سر لالہ زار دیکھا ہے

بہشت حسن کی تازہ کلی کے دھوکے میں
کلی نے بھی تمہیں دیوانہ وار دیکھا ہے

سنہرے جالی میں چاندی سے پاؤں لٹکائے
شفق نے تم کو سر جوئبار دیکھا ہے

ہمیشہ رات کو تو مطالعہ تم کو
نگاہِ شمع نے پروانہ وار دیکھا ہے

کبھی جو اٹھی ہو گیسو سنوارنے کے لئے
تو آئینے نے تمہیں ہمکنار دیکھا ہے

کسی خیال میں کھوئے ہوئے بیٹھی تمہیں
سحر نے جو گل و شاخسار دیکھا ہے

تمہاری خلوت معصوم نے ہزاروں بار
سر بیاض تمہیں نغمہ بار دیکھا ہے

گھٹا نے دامن کہسار میں تمہیں اکثر
اسیر زمزمۂ آبشار دیکھا ہے

عروس برق نے اپنا نقاب الٹ کر بھی
غریق مستی ابر بہار دیکھا ہے

نسیم صبح نے زیب النسا سمجھ کے کبھی
تمہیں بگلکدۂ شالامار دیکھا ہے

غرض مظاہر فطرت نے ہر طرح تم کو
ہزار بار نہیں لاکھ بار دیکھا ہے

مگر مری نگہ شوق کو شکایت ہے
کہ اس نے تم کو فقط ایک بار دیکھا ہے

دکھا دو ایک جھلک اور بس نگاہوں کو
دوبارہ دیکھنے کی ہے ہوس نگاہوں کو

(نگار لکھنؤ ستمبر ۱۹۲۸ء)

سلمائے گجرات

## کیوں دیکھے؟

کسی کی عرض ہوس آشکار کیوں دیکھے
غریب بھول کے کوئی نگار کیوں دیکھے

دوبارہ دیکھنے کی ہے ہوس نگاہوں کو
کوئی یہ سرخی افسانہ کار کیوں دیکھے

ہمیں ستاروں نے دیکھا یونہی سہی لیکن
کوئی نگاہ ہوس آشکار کیوں دیکھے

ہمارا آئینہ کیوں ہم سے ہمکنار نہ ہو
خدا نخواستہ تمہیں ہمکنار کیوں دیکھے

ہیں پردہ دار سراپردۂ عفت ہم
شفق بھی ہم کو سر جوئبار کیوں دیکھے

چلو وہ جانئے تو دیکھا یا نہیں دیکھا
کسی کا دیدۂ گستاخ وار کیوں دیکھے

کبھی نہ جائیں گے اب تو چمن میں بھونرے بھی
نگاہِ گل ہمیں آئینہ دار کیوں دیکھے

رو پہلی چاندنی اور اس کی اس قدر جرأت
وہ ہم کو سوتے ہوئے بار بار کیوں دیکھے

حیا سے دیکھتے ہی پانی پانی ہو جائیں
ہمیں گھٹا بھی سر آبشار کیوں دیکھے

عروس برق ہے ہم جنس پر نہیں منظور
وہ غرق مستی ابر بہار کیوں دیکھے

قسم ہے آج سے گر بام پر چڑھیں سورج
ہمارے گیسوئے مشکیں بہار کیوں دیکھے

نہیں کہ غیر ہے لیکن ہمارے جلووں کو
نگاہِ گل بھی تہ شاخسار کیوں دیکھے

بڑی نزاکت جو دیکھے تو آنکھیں ہی پھوٹیں
بھلا کوئی ہمیں مشتاق وار کیوں دیکھے

یہ جرم کم ہے کہ اک بار ہم کو دیکھ لیا
کوئی شریر ہمیں بار بار کیوں دیکھے

سزا دیوں نہ کہیں بے سبب نگاہوں کو
قلم کو صبر سکھا دو ادب نگاہوں کو

(نگار لکھنؤ دسمبر ۱۹۲۸ء)

**ہماری زبان**
کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ ملحوظ رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف صاف لکھے ہوں۔
(ادارہ)

دیریندر پرشاد سکسینہ

# مہاتما گاندھی کے دو اردو خطوط

مہاتما گاندھی کے یہ دو اردو خط ڈاکٹر محمد عالم صاحب کی اہلیہ کے نام ہیں عالم صاحب لکھنؤ کے ایک اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے اور مہاتما گاندھی کے سچے بھگت تھے۔ پہلا خط رسالہ "زمانہ" اکتوبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے اور دوسرا خط "زمانہ" مارچ ۱۹۳۳ء میں۔ یہ دونوں خطوط علمی خبریں اور نوٹ کے عنوان سے آنجہانی منشی دیا نرائن نگم نے شائع کئے ہیں۔ ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ مہاتما گاندھی اپنے اردو دوستوں کو اردو ہی میں خطوط لکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ گاندھی شتابدی کے موقع پر ان خطوط کا پھر شائع ہونا ضروری ہے اگر رسالہ "زمانہ" کے پرانے فائلوں کا مطالعہ کیا جائے تو اور بھی گاندھی جی کے خطوط مل سکتے ہیں۔

زمانہ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں آنجہانی دیا نرائن نگم نے مہاتما گاندھی کا خط اس نوٹ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

"ملک کے ہر طبقہ کے ساتھ مہاتما گاندھی کی دلی محبت کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ آپ نے تحریک خلافت کے زمانہ میں اردو سے بھی خاص واقفیت حاصل کر لی اور اب بھی کبھی کبھی اپنے اردو داں دوستوں کو اردو ہی میں خط لکھتے ہیں چنانچہ اگست گزشتہ میں آپ نے یرودا جیل سے ڈاکٹر محمد عالم صاحب کی صحت دریافت کرنے کے لئے ان کی بیگم صاحبہ کو ایک پوسٹ کارڈ اردو میں خط میں بھیجا تھا جس کی بجنسہ نقل درج ذیل ہے۔

"پیاری بہن آپ کا خط ملنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ڈاکٹر صاحب کا خط مجھے مل گیا تھا۔ آپ کا خط آنے سے اور بھی پتہ ملا۔ میری امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو آرام ہوتا ہوگا سب مجھے خبر دیتی رہیو۔ سردار (پٹیل) مہادیو (ڈیسائی) اور میری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو بندے ماترم دیجئے۔ خدا کی مہربانی سے ہم سب اچھے ہیں امید رکھتا ہوں کہ خط پڑنے میں آپ کو تکلیف نہیں ہوگی"

اس خط میں املا کی صرف دو خفیف غلطیاں ہیں یعنی پڑھنے کو پڑنے اور تکلیف کو تکلیف لکھا گیا ہے مگر اس خیال سے کہ مہاتما جی نے حال ہی میں اردو سیکھی ہے اور انھیں اس کی تحریر کا بھی بہت کم موقع رہتا ہے غلطیاں قابل شکایت نہیں ہو سکتیں مہاتما جی نے اردو کی خاطر جتنی کوشش کی ہے ہمارے دیگر ہم وطن اس کا عشر عشیر بھی کریں تو اس کی ترقی کی کوئی حد نہ رہے"

زمانہ مارچ ۱۹۳۳ء میں نگم صاحب نے مہاتما جی کا جو خط شائع کیا ہے وہ ان کے نوٹ کے ساتھ ملاحظہ ہو

"ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مہاتما گاندھی کبھی کبھی اردو میں بھی خط لکھتے ہیں۔ چنانچہ جنوری گزشتہ میں انھوں نے ڈاکٹر عالم صاحب کی بیگم صاحبہ کو ایک خط لکھا تھا جو جعفر سرفراز لکھنؤ کی عنایت سے ناظرین زمانہ کے تفنن طبع کے لئے لفظ بہ لفظ درج ذیل کرتے ہیں۔

"پیاری بہن تمہارا خط مجھے ملا ہے کچھ ہی نہیں آتا میرے خط تم کو کیوں نہیں ملتے لاہور کا بھی نہ ملا اور کلکتہ کا بھی میں نے دونوں میں پتہ ٹھیک جو تم نے بتلایا تھا دی تھا۔ اب دیکھیں اس کا کیا حال ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کو آرام ہو رہا ہے یہ جان کر بہت خوشی وبہت خوشی ہوئی ہے خدا ان کو بالکل تندرست کر دے ملک کے لئے ان کا بہت کام ہے مجھے سب حال دیتی رہو مجھے ڈاکٹر صاحب لکھ بھی سکتے ہیں تمہارا خط میرے لئے اردو کا سبق ہوتا ہے "الجینا" اور زہرہ کو دے رہی ہیں ہم سب مجے (مزے) میں ہیں اب ہم چار ہیں آشرم کے چھگن لال جوشی کو مدد کے لئے سرکار نے بھیج دیئے ہیں۔ آج کل ہریجنوں کے کام میں بہت وقت دینا پڑتا ہے باپو کی دعا"

معلوم ہوا ہے کہ اسی طرح کے خط ڈاکٹر عالم کو بھی موصول ہوئے ہیں۔

---

# کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

## غالب کی کہانی

مصنف: شفیع الدین نیر
ناشر: نیر کتاب گھر، جامعہ نگر، نئی دہلی
صفحات: ۱۲۸، قیمت: دو روپے

## غالب انسائیکلوپیڈیا

مرتب: ذکی کاکوروی
ناشر: مرکز ادب اردو
صفحات: ۳۰۴ قیمت پانچ روپیہ

## غالب تصویر کا دوسرا رخ

مصنف: تجمس اعجازی
صفحات: ۱۹۶، قیمت: چار روپے

## صبوحی

مصنف: مہر چند کوثر
ناشر: انجمن ترقی اردو، برانچ پنجاب اردو اکادمی۔ چنڈی گڑھ
صفحات: ۸۸، قیمت: تین روپے پچاس پیسے

مراسلات

# مرزا غالب کی تاریخ پیدائش

مرزا غالب نے اپنی تاریخ پیدائش یک شنبہ ۸ رجب ۱۲۱۲ھ بتائی ہے نیز کلیات نظم فارسی میں شامل زائچے میں اسے آغاز ۱۷۹۸ء کے مطابق کیا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ از روئے حساب نہ تو ۸ رجب کو یک شنبہ پڑتا ہے اور نہ یہ تاریخ آغاز ۱۷۹۸ء کے مطابق ہوتی ہے۔ مختلف اہل علم نے اس سلسلے میں مختلف توجیہیں کی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی قابل اطمینان نہیں۔

میں نے بھی دو سال ہوئے ایک مضمون اس موضوع پر لکھا تھا جو آج کل دہلی میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں میں نے ایک فارسی قصیدے اور کلیات نظم فارسی میں شامل زائچے کو سامنے رکھ کر گفتگو کی تھی۔ مگر اس وقت میں بھی اس اختلاف کا کوئی حل پیش نہیں کر سکا تھا۔

حال ہی میں یہ مسئلہ پھر میرے زیر غور رہا اور ایک حل سمجھ میں آیا۔ وہ یہ کہ غالب کی تاریخ پیدائش ہشتم نہیں بلکہ ہژدہم رجب ہے اور مرزا صاحب کو اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی تاریخ میں التباس ہو گیا ہے یعنی انھیں ۱۸ کے بجائے ۸ تاریخ یاد رہ گئی۔ چونکہ عیسوی سال کا آغاز وہ نہ بھولے تھے اس لئے مذکورہ التباس کا پتا چل گیا چنانچہ از روئے تقویم ۱۸ رجب کو یک شنبہ بھی تھا اور یہ ۶ جنوری ۱۷۹۸ء کے مطابق بھی ہے جسے بقول غالب آغاز ۱۷۹۸ء قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس قسم کی التباس کی مثالیں اگر عام نہیں ہیں تو نادر بھی نہیں اس لئے میرے نزدیک مرزا غالب کی تاریخ پیدائش: یک شنبہ ۱۸ رجب ۱۲۱۲ھ مطابق ۶ جنوری ۱۷۹۸ء ہے۔ میں سمجھتا ہوں اہل علم کے لئے یہ حل قابل قبول ہوگا۔ (امتیاز علی عرشی)

# بھوپال میں غالب کے تحریر کئے ہوئے دو دواوین کی دریافت

اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس صدی کی سب سے زیادہ اہم دو دریافتیں غالب کے وہ دو قلمی دیوان ہیں جو بھوپال میں ملے۔ پہلی دریافت، دیوان غالب کا وہ قلمی نسخہ تھا جو ۱۲۳۷ھ یعنی ۱۸۲۱ء میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے اس نسخے میں جو حافظ معین الدین کے خط میں تھا، غالب کا ۲۵ سال کی عمر تک کا کلام درج تھا۔ اس نسخے پر جو ابتداءً کتب خانہ فوجدار محمد خاں میں شامل تھا، حمیدیہ لائبریری بھوپال میں سب سے پہلے مولوی عبدالسلام ندوی (مؤلف "شعر الہند") کی اگست ۱۹۱۸ء میں نظر پڑی۔ اس کے فوراً بعد یہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے مطالعے میں آیا اور انھوں نے اس کی اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ ان کے انتقال کے بعد ریاست کے ناظم تعلیمات مفتی انوار الحق صاحب نے اس کو ترتیب دیا اور مروجہ کلام کی شمولیت کے ساتھ اسے "نسخۂ حمیدیہ" کے نام سے ۱۹۲۱ء میں شائع کیا۔

لیکن اس قلمی نسخے سے زیادہ تہلکہ خیز اس قلمی دیوان کی دریافت ہے جسے خود غالب نے اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر کی چھان بین کے مطابق یہ دیوان اس سال غالباً آخر مارچ میں بھوپال کے ایک پرانے سامان کے بیوپاری کے پاس آیا جس سے اسے قدیم کتابوں کے ایک مقامی تاجر مولانا شفیق الحسن نقلی نے ڈھائی روپے میں خرید لیا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں امروہے سے نادر کتابوں کے ایک تاجر جناب توفیق احمد چشتی قادری بھوپال آئے اور شفیق الحسن صاحب کے ذخیرے میں ان کی نظر اس نسخے پر پڑی اور اس سے قبل کہ بھوپال میں کسی کو اس نسخے کی اہمیت کا علم ہو وہ ۴ اپریل کو اسے گیارہ روپے میں خرید کر یہاں سے روانہ ہو گئے۔

جناب اکبر علی خاں صاحب نے اس قلمی دیوان کے غالب کے خط میں ہونے کی تصدیق کی ہے اور سال کتابت جو درج ہونے سے رہ گیا ہے، ۱۲۳۱ھ یعنی ۱۸۱۶ء متعین کیا ہے (ہماری زبان یکم جون) اس لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے میں غالب کا ۱۹ سال کی عمر تک کا کلام درج ہے۔ دیوان غالب کا اس سے زیادہ قدیم کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور ایسا دیوان موجود ہے جو پورا غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ بلاشبہ اردو ادب کے سب سے اہم نوادر میں سے ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ نسخہ بھوپال سے دریافت ہوا ہے پھر بھی بعض احباب اسے "نسخۂ امروہہ" کہنے پر مصر ہیں۔ (سید حامد حسین)

# غالب کی دو غیر مطبوعہ رباعیاں

دیوان غالب کے نسخۂ نو دریافت سے متعلق جناب نثار احمد فاروقی صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا۔ موصوف نے غیر مطبوعہ کلام کے ذیل میں اردو کی صرف ایک رباعی گنائی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں دو رباعیاں نئی ہیں جو نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)

بے گریہ کمال تر جبینی ہے مجھے — در بزم وفا خجل نشینی ہے مجھے
ہر دم صد بار بغیر از یک بار — ابریشم ساز موئے چینی ہے مجھے

(۲)

گلخن شرر اہتمام بستر ہے آج — یعنی تب عشق شعلہ پرور ہے آج
ہوں درد ہلاک نامہ بر سے بیمار — قارورۂ مرا خون کبوتر ہے آج

اس سہو کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاید فاروقی صاحب نے

نے اپنی یادداشت پر بھروسہ کیا اور دوسری رباعی۔ "پردہ ہے آج" پر انھیں ایک اور رباعی کا التباس ہوگیا یعنی درج ذیل رباعی کا جو حمیدیہ میں موجود ہے۔

دل سوز جنوں سے جلوہ منظر ہے آج	نیرنگ زمانہ فتنہ پرور ہے آج
یک تار نفس میں جوں طناب عنقا	ہر پارۂ دل برنگ دیگر ہے آج

(اکبر علی خاں)

## نسخۂ امروہہ کے بارے میں

غالب صدی کے موقعہ پر غالب پر کام کرنے والوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوگئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ غالب کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ایک نادر نسخہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے جو نسخۂ حمیدیہ سے بھی قدیم ہے۔ ماہر غالبیات مولانا امتیاز علی خاں عرشی صاحب نے غالب کے اس غیر مطبوعہ کلام پر ثقاہت کا فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے تمام اعتراضات اور تنقید سے قطع نظر یہ حقیقت مسلم ہے کہ یہ غالب کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اب پرستاران غالب کا یہ فرض ہے کہ اس پر کام کریں اور اس کی اہمیت کو روشن کریں۔

لیکن دوسری طرف پھر بھی چند سوالات ذہن میں کلبلانے لگے ہیں کہ یہ نادر نسخہ جو اب توفیق احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے اس سے قبل کہاں تھا؟ اور اس کا اصل اور سابقہ مالک کون ہے؟ اور نسخۂ حمیدیہ کی دریافت کے بعد بھی یہ کیوں اب تک صیغۂ غائب میں رہا؟ آخر وہ کون اتنا اہم شخص ہے کہ خود مرزا کے اپنے قلم سے لکھا ہوا نسخہ اب تک اس کے پاس تھا پھر مرزا سے اس کا کیا تعلق یا رشتہ ہے؟ یہ سارے سوالات اتنے ہی اہم ہیں جتنا کہ غالبیات میں اس نادر نسخہ کی اہمیت۔

غالب شناسی کے ساتھ حقیقت شناسی کے دامن کو بھی وسیع سے وسیع تر کرتے جانا چاہئے اور سائنٹیفک طریقہ سے تحقیق کرنی چاہئے تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

(کلیم جمشید)

## مالک نسخہ امروہہ کا بیان

نسخۂ امروہہ دیوان غالب مخطوطہ ۱۲۳۱ھ کے سلسلے میں مورخہ ۲۲ر جون ۹۹ء کے ہفت روزہ ہماری زبان میں جناب سید شمس الرحمٰن الرحمانی صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا آپ نے اس مراسلے میں یہ شکایت کی ہے کہ نثار احمد فاروقی صاحب نے اس کی دریافت کا سہرا خود اپنے سر باندھنا چاہا ہے یہ ان پر الزام ہے اس کی دریافت میں نے خود کی ہے ملاحظہ ہو میرا اعلان مورخہ ۷ر اپریل ۹۹ء کا روزنامہ اخبار الجمعیۃ دہلی۔ مجھے مرزا غالب کی خود نوشتہ بیاض ملی ہے۔

جناب نثار احمد فاروقی نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس کی دریافت میری ہے۔ آپ کا پہلا بیان مورخہ ۲۲ر اپریل ۹۹ء ہماری زبان میں محفوظ ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ "اس کی دریافت مالک نسخۂ امروہہ کی ہے قلمی کتابوں کا کاروبار کرنے والے ایک صاحب توفیق احمد چشتی قادری مالک نیشنل بک ڈپو امروہہ ضلع مرادآباد کو یہ دیوان غالب کا ایک نہایت اہم مخطوطہ دریافت ہوا ہے"

دوسرا بیان آپ کا مورخہ ۲۳ر اپریل ۹۹ء کے روزنامہ اخبار الجمعیۃ دہلی میں ملاحظہ کیجئے۔ اس کی دریافت کے سلسلے میں مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ توفیق احمد صاحب نے اسے گوشۂ گمنامی سے نکال کر اردو ادب پر عموماً اور غالب شناسوں پر خصوصاً احسان عظیم کیا ہے اب اہل انصاف خود ہی غور فرمائیں کہ یہ دریافت کس کی ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ سب سے پہلے مخطوطہ غالب ہونے کی تصدیق ہمارے مکرم دوست جلال الدین صاحب آفیسر اسٹیٹ آرکائیوز نے فرمائی جو کہ شعبہ مخطوطات میں کام کرتے ہیں اور آپ مخطوطات کی اصل و نقل پرکھنے میں ماہر ہیں آپ کی تصدیق کوئی معمولی نہیں پھر آپ سرکاری ملازم آپ نے اس کو مخطوطۂ غالب تسلیم کیا۔ جلال الدین صاحب مورخہ ۱۲ر اپریل ۹۹ء کو امروہہ آئے تو میں نے اپنا جاری کردہ اعلان مورخہ ۷ر اپریل ۹۹ء روزنامہ الجمعیۃ دہلی آپ کے روبرو رکھا جلال الدین صاحب نے اس کے چار فوٹو لینے کی مجھ سے اجازت لی اور کہا کہ میں ان فوٹوؤں کو حضرت مولانا امتیاز علی عرشی رامپوری کی خدمت میں پیش کروں گا مولانا صاحب غالب کی تحریروں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں کیونکہ رضا لائبریری رامپور کے شعبہ نوادر میں مرزا غالب کی اصل تحریریں محفوظ ہیں حضرت مولانا امتیاز علی عرشی کا فتویٰ لینے کے بعد جلال الدین صاحب نے پی۔ ٹی۔ آئی کو اطلاع دی آپ کے حوالے سے ساری دنیا میں آل انڈیا ریڈیو اور تمام اخبارات کے ذریعہ مشتہر ہوئی۔

شمس الرحمٰن صاحب نے نثار احمد صاحب سے یہ بھی شکایت کی ہے کہ نثار احمد صاحب نے جلال الدین صاحب کا ذکر اپنے بیانات میں کرنے سے گریز کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کم سے کم میرے گذشتہ بیان کا انتظار کیا ہوتا کہ نثار احمد صاحب نے ایک تفصیلی مضمون سپرد قلم کیا جو رسالہ آج کل ماہ جون ۹۹ء کے شمارے میں شامل ہے۔ (توفیق احمد قادری چشتی مالک نیشنل بک ڈپو امروہہ)

صفحہ ۲ سے آگے

(اردو تو آپ کو پہلے سے آتی ہے) تو آپ بغیر کسی مترجم کے دنیا کے ۷۰ ممالک کی سیر کرسکتے ہیں یا یوں کہہ لیں کہ ۹۹ء زبانیں آپ کے قدموں میں نہیں، آپ کے منہ میں ہوں گی کیونکہ ان ۵ زبانوں کی مدد سے آپ دنیا کی ۸۰ فیصد آبادی کا لٹریچر پڑھ سکیں گے اگر ایک شخص امتحان میں ۸۰ فیصد نمبر حاصل کرے تو اسے سونے کا تمغہ ملتا ہے۔ ۵ زبانیں سیکھنا اتنا مشکل نہیں ہے بعض لوگ یہ زبانیں سیکھ کر دنیائے علم پر چھاگئے ہیں۔ (شکریہ "ایشیا" برنگھم)

## اردو کے ذریعہ تعلیم رائج کرانے کے لئے محبان اردو جدوجہد کریں

لکھنؤ، ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے ایک بیان کے ذریعہ بتایا کہ محکمہ تعلیمات کے ایک حالیہ سرکلر سے مادری زبان کے ذریعہ تعلیم کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اس سرکلر کی رو سے ہر ایسے اسکول میں ذریعہ تعلیم مادری زبان ہو سکتی ہے جس میں طلبہ کی ایک تہائی تعداد اس زبان کی ہو۔ اتر پردیش میں ابتدائی اور ثانوی سطح پر طلبہ کو زبان کے ساتھ ساتھ دوسرے مضامین سائنس حساب، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ بھی اردو میں پڑھائے جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اگرچہ یہ سرکلر ۱۹۵۲ء کا ہے لیکن ۱۰ سال کے بعد لسانی اقلیتی کمشنر کے ذریعہ اب معلوم ہوا ہے اور اس مدت میں لاکھوں طلبہ اپنی مادری زبان کی تعلیم سے ہی محروم رہے ذریعہ تعلیم کو کون نے شجاعت صاحب نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مجھے تمام ہمدردان اور محبان اردو سے طلبہ اور ان کے سرپرستوں سے امید ہے کہ وہ اپنی مادری زبان اردو کی ترقی اور بقا کے لئے پوری پوری جدوجہد کریں گے اور اپنے اپنے علاقوں کے اسکولوں میں ذریعہ تعلیم اردو رائج کرائیں گے خاص طور پر تمام اسلامیہ اسکولوں میں ذریعہ تعلیم اردو اختیار کیا جائے گا اور کالجوں کے ذمہ داران فوری طور پر اپنے اپنے اداروں میں اردو ذریعہ تعلیم کا اعلان کردیں گے۔

## ممتاز ہائر سکنڈری اسکول لکھنؤ میں ذریعہ تعلیم کی زبان اردو

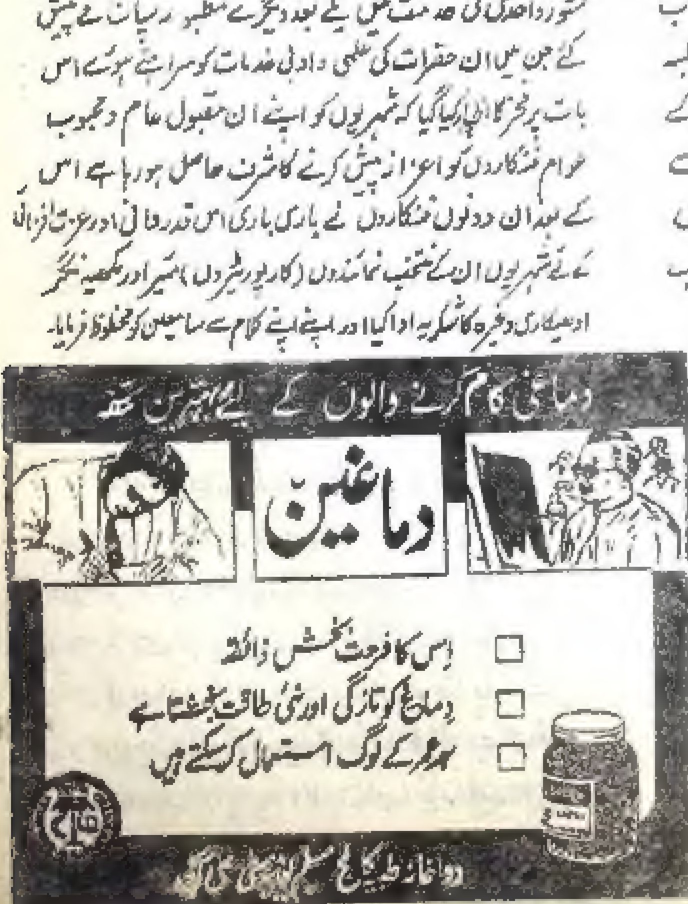
لکھنؤ، مجلس منتظمہ ممتاز ہائر سکنڈری اسکول باغ گونگے نواب کا جلسہ زیر صدارت جناب سید محمد حسین ایڈوکیٹ منعقد ہوا جلسہ میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنائے جانے کے متعلق محکمہ تعلیم کے حالیہ سرکلر پر غور کرکے متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ جولائی ۶۹ء سے اس سرکلر پر عملدرآمد کیا جائے اور اسکول میں ذریعہ تعلیم مادری زبان اردو کردی جائے۔ اس سلسلے میں قائم مقام پرنسپل جناب سخاوت علی صدیقی کو مجاز کیا گیا کہ وہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے ضروری کارروائی کریں۔

## بہرائچ میں جشن غالب

بہرائچ۔ یہاں جشن غالب کی تقریبات بزم مقالات و مشاعرہ کا افتتاح کرتے ہوئے جناب جگموہن لال بجاج ڈپٹی کمشنر بہرائچ نے کہا کہ غالب سچے ہندوستانی تھے اگرچہ ان کا خمیر سمرقندی تھا اور ان کی مادری زبان فارسی تھی لیکن انھوں نے اردو زبان سے محبت کی جو ہندوستان کی زبان ہے اس موقع پر مجھے پروفیسر رشید احمد صدیقی کی وہ بات یاد آرہی ہے کہ "اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ مغل دور حکومت نے ہندوستان کو کیا دیا تو میں بلاتکلف یہی کہوں گا کہ غالب اردو اور تاج محل" انھوں نے مرزا غالب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ غالب کی شخصیت اب محتاج تعارف نہیں ہے کیونکہ ان کی صد سالہ برسی نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں منائی جارہی ہے وہ ایک عظیم شاعر، ادیب اور مفکر کے ساتھ عظیم انسان بھی تھے حب الوطنی اور انسان دوستی ان کا شیوہ خاص تھا ان کی نثر نگاری اور ان کے شعروں نے وہ مقام حاصل کیا جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ بزم مقالات و مشاعرہ کی صدارت ڈاکٹر حسین احسن جذبی ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے کی۔ بزم مشاعرہ سے قبل ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے ایک مقالہ پڑھا جس میں غالب کی شاعری نثر نگاری اور خطوط نویسی کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ بزم سخن کا دور صبح ۳ بجے تک چلتا رہا جس میں صف اول کے شعراء کی معقول تعداد مقامی اور قرب و جوار کے شاعروں کے ساتھ شریک مشاعرہ رہی۔

## نشور واحدی کو کانپور کارپوریشن کی طرف سے شہری اعزاز

کانپور، مقامی شہری کارپوریشن کے زیر اہتمام کارپوریشن کے دفتر موتی جھیل میں منعقدہ ایک تقریب میں شہریوں کی طرف سے اردو کے ممتاز شاعر حضرت نشور واحدی اور ہندی کے ایک ناول نگار جناب بھگوتی باجپئی کو اعزازیہ پیش کیا گیا۔ سب سے پہلے میئر جناب بھگوت پرشاد تیواری نے جناب باجپئی اور حضرت نشور واحدی کی خدمت میں یکے بعد دیگرے مطبوعہ سپاسنامے پیش کئے جن میں ان حضرات کی علمی و ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے اس بات پر فخر کا اظہار کیا گیا کہ شہریوں کو اپنے ان مقبول عام و محبوب عوام فنکاروں کو اعزازیہ پیش کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے اس کے بعد ان دونوں فنکاروں نے باری باری اس قدردانی اور عزت افزائی کے لئے شہریوں ان کے منتخب نمائندوں (کارپوریٹروں) میئر اور محکمہ کے عہدیداروں وغیرہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔



## برطانیہ میں غالب صدی تقریبات منائی جائیں گی

لندن: اردو کے مشہور شاعر مرزا غالب کی صد سالہ برسی کی تقریبات برطانیہ میں ۱۱ سے ۱۳ جولائی تک منائی جائیں گی ان تقریبات میں شرکت کے لئے ہندوستان سے کچھ شاعر اور ادیب بھی جا رہے ہیں اور فلم آرٹسٹ بھی غالب کی صد سالہ تقریبات کی کمیٹی نے اور دوسری چیزوں کے علاوہ پروگرام میں چار مشاعرے بھی رکھے ہیں۔ ان تقاریب کا اہتمام غالب صد سالہ سالگرہ کمیٹی برطانیہ کی طرف سے کیا جا رہا ہے جس کے سرپرست برطانیہ میں ہندوستان کے ہائی کمشنر جناب شانتی اسیں دھون ہیں اس کمیٹی کے چیرمین جناب شکلا اللہ والا اور پریذیڈنٹ جناب پی این کول ہیں۔

برطانیہ کی غالب صد سالہ کمیٹی انڈین ورکرز ایسوسی ایشن اور انڈین فلم سوسائٹی آف انڈیا لیگ کے ساتھ مل کر برطانیہ میں چار مشاعرے منعقد کرنے کا پروگرام بنا رہی ہے ان میں سے دو مشاعرے لندن میں ایک بریڈ فورڈ میں اور ایک ساؤتھ ہال میں ہوگا۔

## جشن مقبول احمد لاری

اواخر اکتوبر ۱۹۶۹ء میں آل انڈیا شفیق میموریل سوسائٹی جونپور جناب مقبول احمد صاحب لاری کا جشن منا رہی ہے یہ جشن دراصل اصلاح مشرق کے علمی و ادبی حلقوں کی طرف سے ایک علمی و ادبی اجتماع ہوگا جس میں ملک و قوم کی ممتاز ترین شخصیتیں شریک ہوں گی۔ اس موقعہ پر جناب لاری صاحب کی خدمت گرامی میں ایک معیاری ادبی کتاب "نذر مقبول" کے عنوان سے پیش کی جائے گی جو مشاہیر اہل قلم اور ارباب فکر و نظر کے مضامین پر مشتمل ہوگی۔

جشن مقبول کے پروگراموں میں معیاری کتابوں اور اخبارات و رسائل کی ایک نمائش بھی شامل ہے۔ (عزیز ربانی عزیز)

## سید غلام نبی رسلین کے ہندی کلام کی رسم اجراء

نئی دہلی:- قائم مقام صدر جناب وی وی گری نے ہندی کے مسلمان شاعر غلام نبی "رسلین" کے مجموعہ کی رسم اجراء ادا کی۔

۱۰۴ صفحات کا یہ مجموعہ "رسلین گرنتھاولی" ہندی کے اس کلام کا ذخیرہ ہے جو تقریباً ڈھائی سو برس قبل سید غلام نبی نے ہندی میں لکھا تھا۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور، رامپور اور حیدرآباد کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں یہ فارسی رسم خط میں ہیں۔ کاشی ناگری پرچارنی سبھا نے "رسلین گرنتھاولی" کو ناگری میں شائع کیا ہے۔ اس کے مرتب جناب سدھاکر پانڈے ہیں۔

## بزم ادب جھنجھنوں کا سالانہ انتخاب

جھنجھنوں:- ادارہ بزم ادب کی ورکنگ کمیٹی کا انتخاب دفتر بزم ادب میں بعد نماز مغرب ہوا مندرجہ ذیل اصحاب اتفاق رائے سے ادارے کے عہدیداران منتخب ہوئے:

جناب اعجاز النبی خاں ایڈوکیٹ ۔ صدر
جناب نورنگ لال جی ٹیبڑا ایڈوکیٹ نائب صدر
جناب صادق علی صاحب فاروقی ۔ نائب صدر
جناب سعید احمد خاں سعید ادیب فاضل جنرل سکریٹری
جناب خورشید احمد خاں خورشید ۔ جوائنٹ سکریٹری
جناب نظام الدین خاں واحد خانی ۔ خازن۔

ان کے علاوہ ورکنگ کمیٹی کے ممبران بھی چنے گئے۔

(سعید احمد خاں سکریٹری)

## نصرت قریشی سہارنپوری کی پہلی برسی

لاہور:- تحریک آزادی کے گمنام سپاہی اردو کے شاعر و ادیب اور "شعل" کے مدیر نصرت قریشی سہارنپوری مرحوم کی پہلی برسی کی سہ روزہ تقریبات منعقد ہوئیں۔ آخری تقریب "مجلس شعر و مقالات" پر مشتمل تھی جس کی صدارت پروفیسر خالد بزمی نے فرمائی۔ اجلاس میں مقررین اور شعرائے کرام نے اردو زبان و ادب کے لئے مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مرحوم کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ایک مستقل یادگار قائم کی جائے۔ (شہزادہ انجم)

## ترقی پسند مصنفین کے جلسے میں پروفیسر احتشام حسین کی تقریر

لکھنؤ:- انجمن ترقی پسند مصنفین کے ایک جلسے میں جو پریس کلب میں زیر صدارت جناب اختر علی تلہری منعقد ہوا پروفیسر احتشام حسین نے ڈھائی گھنٹہ تک اپنے حالیہ دورہ روس کے تاثرات بیان کرتے ہوئے روس اور ہندوستان کے بڑھتے ہوئے تہذیبی ادبی اور ثقافتی تعلقات پر روشنی ڈالی اور اپنی مفصل اور مربوط تقریر کے بعد کئے جانے والے سوالوں کے جواب دئے۔

پریس کلب کا ہال مختلف نقطہائے نظر رکھنے والے شاعروں، ادیبوں، دانشوروں اور صحافیوں سے جن میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

(باقر ادیب)

**ہماری زبان**
سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

# اردو گھر فنڈ

چندہ اردو گھر فنڈ یکم جون تا ۳۰ جون ۱۹۷۶ء

| نمبر شمار نام و مقام معطی | رقم چندہ | ذریعہ ترسیل | وصولی کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱- جناب محمد غنی وصولی ڈیفنس کالج علی گڑھ | ۵--۰۰ | نقد | ارسال [illegible] |
| ۲- جناب منذر وصولی ڈیفنس کالج علی گڑھ | ۱--۰۰ | نقد | ارسال [illegible] |
| ۳- جناب شمس الحق ضیا رشید یا سید ڈاکخانہ کلنا ضلع بردوان | ۱۰--۰۰ | منی آرڈر | خود |
| ۴- جناب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام مانگڈی ضلع بنگلور | ۲--۰۰ | " | " |
| ۵- مسیز جمیلہ فاروقی عمدانی سیورل گرلس کالج الٰہ آباد | ۱۰۰--۰۰ | " | " |
| ۶- جناب راج کمار صاحب | ۵--۰۰ | چک | ارسال [illegible] |
| ۷- " بلونت رائے " | ۱--۰۰ | چک | |
| ۸- " کیول کرشن " | ۱--۰۰ | چک | |
| ۹- " سرشیں " | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۰- " برج لال " | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۱- " ساچر " | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۲- " ایس۔ ٹی۔ ایس گلوری ایڈوکیٹ | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۳- مسز پیارے لال اینڈ سنس | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۴- جناب غریب داس | ۱--۰۰ | چک | |
| ۱۵- جناب جبیر سنگھ و ان کے دوست | ۷--۰۰ | چک | |
| ۱۶- پنجاب انڈسٹریل اینڈ کومرشیل ایسوسیشن | ۲۵--۰۰ | چک | خود |
| ۱۷- جناب ناصر احمد کرونا۔ ابراہیم پورہ | ۵--۰۰ | چک | موصولہ پروفیسر آل احمد سرور [illegible] انجمن ترقی اردو [illegible] بھوپال |
| ۱۸- پروفیسر زبیر صدیقی | ۲--۰۰ | چک | |
| ۱۹- ڈاکٹر سید حامد حسین | ۲--۰۰ | چک | |
| ۲۰- جناب مسلم ہاشمی | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۱- " انور مرزا | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۲- " شمس الحسن عارف | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۳- " ستیہ پال اروڑہ | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۴- " طارق کرمانی | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۵- " کیلاش شریواستو | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۶- " فضل جاوید | ۲--۰۰ | چک | |
| ۲۷- " سعید صدیقی | ۲--۰۰ | چک | |
| ۲۸- " سید نصرت علی | ۱--۰۰ | چک | |
| ۲۹- " کیپٹن اعجاز احمد خان | ۲--۰۰ | چک | |
| ۳۰- " مسز دیال (ایم پی روڈ ویز) | ۲--۰۰ | چک | |
| ۳۱- " اسلم ترمذی | ۱--۰۰ | چک | |
| ۳۲- " احمد سعید ندوی | ۱--۰۰ | چک | |
| ۳۳- " کیلاش تیواری | ۱--۰۰ | چک | |

میزان حال ۱۹۰--۰۰
" سابق ۱۳۳۱--۲۵
" کل ۱۳۵۲۱--۲۵


## رگوں میں صحت مند خون ہو تو چہرے کھل اٹھتے ہیں

چہروں کی کملاہٹ خون کی خرابی کا پتہ دیتی ہے

خون کی خرابی نظام جسم کے خلل کا اشارہ ہے

صاف اور نکھری جلد اور صحت مند خون کے لیے




# صافی

استعمال کیجیے

صافی

خون صاف کرنے کی قدرتی دوا

ہمدرد


مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید بنیاد علی نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا